ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کے تعلیمی نظریات

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی، کراچی

Abstract

Dr.Nabi Bux Khan Baloch (1919 - 2011) was a great historian, scholar, literary, eminent educationist and analyst. He was a scholar of the Sindhi, Persian, Arabic, and Urdu languages.He was a unique person, who worked in folklore, literature, education, history, civilization and culture. He did his Ph.D from Columbia University, New York (USA). After completing his education, United Nations offered him a job, but he refused and returned to his homeland.

Dr. Baloch is basically an educationist. He always gave priority to the work of education and research. He was the first professor of University of Sindh, Jamshoro and pioneer of the department of Education in Pakistan. In 1973, he became vice-chancellor of the University of Sindh, Jamshoro. He being a scholar represented Pakistan on different international literary seminars and gathering and received international fame. He worked hard for the promotion of education and research, wrote many articles and books on education and presented the solution of our educational problems in the light of his vast experience in the field of education. In this article, focus has been given specially on his Educational views.

Key words: Education, Educational System, Dr. N.A. Baloch

نامور عالم، محقق، دانشور، ماہر تعلیم، مورخ اور اپنی ذات میں ایک ادارہ، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ (مارچ ۱۹۱۹ء۔ ۶/اپریل ۲۰۱۱ء) ولد علی محمد خان (۱) کی زندگی علم و عمل، تحقیق و جستجو اور جہدِ مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا سب سے نمایاں اور اہم پہلو تعلیم و تعلّم ہے۔ آپ نے ستر برس علم و تحقیق کے فروغ میں صرف کیے اور اپنے کردار اور اپنے عمل سے ایک مثالی معلم کی حیثیت سے خود کو منوایا۔ زیرِ نظر مقالے میں آپ کی اسی حیثیت کے پیشِ نظر آپ کے تعلیمی نظریات کا جائزہ لینا مقصود ہے۔

ڈاکٹر بلوچ صاحب نے تعلیمی مراحل قریہ پلیو خان لغاری کے پرائمری اسکول اور بعد ازاں نوشہرو فیروز مدرسہ وہائی اسکول اور ڈی جے سندھ گورنمنٹ کالج کراچی، بہاء الدین کالج جونا گڑھ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں طے کیے۔ ڈاکٹر بلوچ صاحب کی تعلیمی زندگی کے تمام ادوار بڑے شاندار رہے۔ ہر عہد میں پیش آنے والی مشکلات و مسائل کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ۱۹۳۷ء میں بہاء الدین کالج جونا گڑھ میں بی اے آنرز میں پورے کالج میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ مسلم گڑھ علی گڑھ سے بھی ایم۔اے۔ (عربی) میں فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن حاصل کی۔ اس سے قبل بلوچ صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ہی ایل۔ ایل۔ بی۔ فرسٹ ڈویژن میں پاس کر چکے تھے۔ ایم۔اے۔ (عربی) کرنے کے بعد علامہ عبدالعزیز میمن (۲) کے زیرِ نگرانی ''سندھ تحتِ عرب'' کے موضوع پر پی ایچ۔ڈی۔ کا مقالہ لکھنا شروع کیا۔ ۱۹۴۳۔۱۹۴۵ء بلوچ صاحب نے اس اہم موضوع پر علامہ میمن کی زیرِ نگرانی بہت محنت سے کام کیا۔ (۳) لیکن اس مقالے کی تکمیل مقدر میں نہ تھی۔ ۱۹۴۵ء میں پیر الٰہی بخش صاحب (۴) کی کوششوں سے مسلمانانِ سندھ کا پہلا کالج 'سندھ مسلم کالج' (ایس ایم کالج) کے نام سے کراچی میں قائم ہوا اور پیر صاحب کی شدید خواہش پر بلوچ صاحب کو کراچی جانا پڑا۔ ۱۹۴۶ء میں برطانوی حکومت نے مرکزی سطح پر ڈاکٹریٹ کے لیے اسکالرشپ کا اعلان کیا۔ بلوچ صاحب نے پورے ہندوستان کی سطح پر اس میں کامیابی حاصل کی ۱۶/اگست ۱۹۴۶ء کو امریکہ روانہ ہوئے۔ (۵)

۱۹۴۷ء میں ٹیچرز کالج، کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک سے ایجوکیشن میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ (۶) بعد ازاں ۱۹۴۹ء میں کولمبیا یونیورسٹی نیویارک سے ہی '' A Program for Teacher Education for the New State of Pakistan'' کے موضوع پر پی ایچ۔ڈی۔ کیا۔ (۷) امریکہ میں اپنے قیام کے دوران مسلم طلبہ کی پہلی تنظیم 'مسلم اسٹوڈنٹس ایسوی ایشن' بھی قائم کی۔ (۸) علاوہ ازیں 'اکیڈمی آف اسلام' (۹) میں بھی خدمات انجام دیں۔ (۱۰)

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب کو اقوامِ متحدہ کی جانب سے دس ہفتوں کے ایک انفارمیشن تیکنیک کورس کے لیے بھی منتخب کیا گیا۔ (۱۱) تعلیمی مراحل کی تکمیل کے بعد ڈاکٹر بلوچ صاحب کو اقوام متحدہ کی جانب سے ملازمت کی پیش کش بھی کی گئی لیکن آپ نے ملک و قوم کی ترقی میں اپنا کردار ادا کرنے کی خاطر وطن عزیز واپسی کو ترجیح دی۔ (۱۲)

۱۹۵۱ء کے وسط میں میں ڈاکٹر بلوچ کو پاکستان پبلک سروس کمیشن نے 'پریس اتاشی' کے عہدے کے لیے منتخب کیا اور اگست میں دمشق میں تقرر کا فیصلہ ہوا۔ لیکن ڈاکٹر بلوچ نے علامہ آئی۔آئی۔ قاضی صاحب (۱۳) کے مشورے پر تعلیمی و تحقیقی زندگی کو سفارتی زندگی پر ترجیح دی اور تعلیم و تدریس کی خاطر سفارت خانے کی ملازمت سے کہیں کم تنخواہ پر سندھ یونیورسٹی کی ملازمت اختیار

کرلی۔(۱۴) یکم ستمبر ۱۹۵۱ء کو ڈاکٹر بلوچ صاحب نے سندھ یونیورسٹی میں پروفیسر آف ایجوکیشن اور صدر شعبۂ تعلیم کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔اس طرح پاکستان کی تعلیمی تاریخ میں پہلی بار یونیورسٹی کی سطح پر 'شعبۂ تعلیم' کا اجراء ہوااور فیکلٹی آف ایجوکیشن قائم ہوئی۔ تعلیمی شعبوں کا اجراء اور تجدید نصاب وغیرہ ڈاکٹر بلوچ صاحب کے سپرد تھے۔(۱۵) آپ کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ آپ سندھ یونیورسٹی کے پہلے پروفیسر تھے۔اسی طرح آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل رہا کہ یونیورسٹی کے پہلے ادارے ''شعبۂ تعلیم'' کے بانی بھی آپ ہی تھے۔اسی ادارے کو بعد میں ترقی دے کر 'انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ریسرچ' کا درجہ دیا گیا۔

ڈاکٹر بلوچ صاحب نے سندھ یونیورسٹی میں مفید اصلاحات کیں اور تعلیمی معیار کو بہتر سے بہتر بنانے کی سعی میں مصروفِ عمل رہے۔۱۹۵۳۔۱۹۵۴ء کے دوران اساتذہ اور طلبہ کی تربیت کے لیے توسیعی لیکچرز کے سلسلے کا آغاز کیا۔'انسٹی ٹیوٹ آف سندھالوجی' اور 'سندھ میوزیم' آپ ہی کے مشورے اور کوششوں سے قائم ہوا۔(۱۶) دسمبر ۱۹۷۳ء میں آپ نے سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری سنبھالی لیکن اس کے باوجود حسبِ سابق لیکچر ضرور دیتے اور باقاعدہ تیاری کر کے جاتے۔

سندھ یونیورسٹی میں قیام (ستمبر ۱۹۵۱ء تا ۲۵/ جنوری ۱۹۷۶ء) کے زمانے میں بلوچ صاحب نے دو تحقیقی جریدوں کا اجرا کیا: Journal of Educaion اور Journal of Reserach: Art and Social Sciences۔ اوّل الذکر ۱۹۵۱ء سے ۱۹۷۵ء تک جاری رہا جبکہ ثانی الذکر کے تیرہ شمارے ڈاکٹر بلوچ کی زیرادارت شائع ہوئے۔ یہ مجلّہ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۵ء تک جاری رہا۔اسی زمانے میں بلوچ صاحب کی زیرنگرانی تعلیم کے موضوع پر کئی مفید کتابیں بھی شائع ہوئیں۔(۱۷)

جنوری ۱۹۷۶ء سے لے کر تقریباً ۱۵ برس تک ڈاکٹر بلوچ، اسلام آباد میں وفاقی حکومت کی وزارتِ تعلیم، وزارتِ ثقافت اور کئی دوسرے اداروں کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔(۱۸) جنوری ۱۹۷۶ء میں ڈاکٹر بلوچ کو وفاقی وزارتِ تعلیم میں افسر بکارِ خاص (OSD) مقرر کیا گیا۔

جولائی ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۲ء ڈاکٹر بلوچ نے قومی کمیشن برائے تحقیق، تاریخ وثقافت کے ڈائریکٹر کے طور پر خدمات انجام دیں اور Pakistan Journal of History and Culture کے نام سے ایک اعلیٰ معیار کے انگریزی جریدے کا اجراء کیا۔ علاوہ ازیں محض چار سال کے عرصے میں ۳۴ نئی کتابیں لکھوائیں جن میں سے ۲۵ شائع بھی ہوئیں۔

نومبر ۱۹۸۰ء میں ڈاکٹر بلوچ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے پہلے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ابتدا میں اس یونیورسٹی کی شریعت فیکلٹی میں کل تین طالب علم تھے۔بلوچ صاحب نے اپنی عادت کے مطابق روزِ اوّل سے ہی یونیورسٹی کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔۳ جنوری ۱۹۸۱ء کو شاہ فیصل مسجد کمپلکس کے ایک کمرے میں ۸۱۔۱۹۸۰ء کے تعلیمی سال کا آغاز ہوا۔بلوچ صاحب نے شب وروز محنت کر کے اکتوبر ۱۹۸۱ء تک تمام ذیلی ادارے قائم کر دیے جن میں بورڈ آف اسٹڈیز، سلیکشن بورڈ، اکیڈمک کونسل، فنانس کمیٹی وغیرہ شامل تھے۔اس کے علاوہ تعلیمی شعبے اور دیگر شعبوں کا آغاز کیا اور ان کے لیے اساتذہ کا انتخاب کیا۔طلبا کے لیے ہاسٹل اور یونیورسٹی کے عملے کے لیے رہائش کا بھی انتظام کیا۔شعبۂ قانون کے لیے علیحدہ انسٹی ٹیوٹ قائم کیا۔اس ادارے میں ججوں اور اعلیٰ پولیس عہدے داروں کی تربیت کا بھی آغاز کیا۔حالانکہ آپ کا تقرر بطور جز وقتی

وائس چانسلر کیا گیا۔ کیوں کہ آپ پہلے ہی 'قومی کمیشن برائے تاریخ وثقافت' کی سربراہی جولائی ۱۹۷۹ء سے کر رہے تھے۔(۱۹)

۱۹۸۳ء میں جناب اے۔ کے۔ بروہی (۲۰) کی خواہش پر قومی ہجرہ کونسل میں مشیر کا عہدہ قبول کیا۔ اور ایک عظیم الشان علمی منصوبے کا آغاز کیا جس کی کوئی مثال اس وقت تک پاکستان کے کسی ادارے نے پیش نہیں کی تھی۔ آپ نے مسلمان محققین کی سو عظیم کتب کا منصوبہ تیار کیا اور ان کتب کے انتخاب کے لیے عالم اسلام کے نامور محققین کے علاوہ یورپ اور امریکہ کے اہل علم سے مشورے بھی کیے۔ ڈاکٹر بلوچ صاحب کا پروگرام یہ تھا کہ ان سو کتب کے معیاری انگریزی تراجم کرائے جائیں اور ان پر تحقیقی مقدمے لکھ کر انھیں شائع کیا جائے۔ ڈاکٹر بلوچ صاحب نے ان سو کتابوں میں سے ۶۷ کے انگریزی میں تعارف بھی لکھے اور ان پر مشتمل کتاب Great Books of Islamic Civilization کے نام سے ۱۹۸۹ء میں ہجرہ کونسل کی جانب سے شائع کرائی۔(۲۱)

مارچ ۱۹۹۰ء میں ڈاکٹر بلوچ صاحب کو سندھی زبان کے بااختیار ادارے 'مقتدرہ سندھی زبان' (Sindhi Language Authority) کا اوّلین چیئرمین مقرر کیا گیا۔(۲۲) اس ادارے کے بنیادی مقاصد میں سندھی زبان کی تعلیم، فروغ اور استعمال شامل تھے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے بلوچ صاحب نے فیصلہ کیا کہ پورے سندھ کے پرائمری اسکول کے اساتذہ میں بیداری لائی جائے۔ اس سلسلے میں اساتذہ کی تربیت کا انتظام سندھ کے مختلف شہروں میں کیا گیا اور پہلے مرحلے میں ۱۶۵۳ اساتذہ کو تربیت فراہم کی۔ سندھی لینگویج اتھارٹی کی سربراہی کے دوران بھی آپ نے اشاعتی پروگرام پر بھرپور توجہ دی اور محض ۲۷ ماہ کے مختصر عرصے میں ۲۵ علمی وتحقیقی کتب شائع کیں۔ اس اشاعتی پروگرام کے تحت بلوچ صاحب نے نہ صرف نئی کتب لکھوائیں بلکہ بعض قدیم اور نایاب کتب کے جدید ایڈیشن بھی شائع کرائے۔(۲۳)

۱۹۹۲ء میں حکیم محمد سعید صاحب (۲۴) کی درخواست پر آپ نے بطور وزیر تعلیم صوبہ سندھ کا عہدہ سنبھالا۔ اور نہایت مختصر عرصے (یعنی ۲۷ روز) میں بھی کئی کارہائے نمایاں انجام دیے۔(۲۵)

ڈاکٹر بلوچ صاحب نے کسی بھی عہدے اور منصب پر تعلیم وتحقیق وتدریس کو ہمیشہ ترجیح دی۔ کئی علمی، تحقیقی وثقافتی اداروں، انجمنوں اور تنظیموں کی تاسیس وتنظیم میں بھی ایک ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ اس سلسلے میں سرکاری اداروں میں سے نیشنل ہجرہ کونسل، کابینہ ڈویژن (اسلام آباد)، مقتدرہ سندھی زبان (حیدرآباد) اور قومی ادارۂ تحقیق تاریخ وثقافت، وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان (اسلام آباد) سامنے کی مثالیں ہیں۔ جن کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں کئی قومی کمیشنوں اور کمیٹیوں پر کام کیا، اور کئی علمی، تحقیقی اور ثقافتی اداروں کے انتظامی بورڈز کے رکن رہے۔(۲۶) غرض یہ کہ آپ ایک بھرپور علمی وعملی زندگی گزار کر ۶/اپریل ۲۰۱۱ء کو حیدرآباد (سندھ) میں ۹۴ سال کی عمر راہیٔ ملکِ عدم ہوئے۔

....

ڈاکٹر بلوچ صاحب نے بنیادی طور پر ایک استاد کے طور پر زندگی گزاری۔ علاوہ ازیں تعلیمی مسائل کے حل کی خاطر بنائی گئی مختلف کمیٹیوں میں بحیثیت ماہر شریک ہوئے اور اپنے طویل تجربے کی روشنی میں ہمارے تعلیمی مسائل کے حل اور فروغِ تعلیم کے

لیے ٹھوس عملی تجاویز بھی پیش کیں جن پر سنجیدگی سے غور کرنے اور ان کو روبہ عمل لانے کی ضرورت ہے۔(۲۷) محمد یوسف شیخ کے مطابق ڈاکٹر نبی بخش بلوچ تعلیمی میدان میں باقاعدہ (Formal) اور منظّم (Organised) انداز میں فکر (Thought) پیش کرنے والے واحد سندھی عالم ہیں۔(۲۸) تعلیم کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے آپ کے ذہن میں کوئی ابہام نہ تھا، بلکہ آپ یہ سمجھتے تھے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی معاشرہ ناخواندہ ہو اور آزاد اور مستحکم رہ سکے کیوں کہ جہالت اور آزادی دو متضاد چیزیں ہیں۔خواہ کتنی ہی طاقت ہو اور خواہ کتنی ہی دولت ہو اور افرادی قوت ہو تعلیم کے بغیر کوئی قوم ترقی اور آزادی کی حفاظت نہیں کر سکتی۔

In the present conditions of conflict and confusion, no country can be ignorant and be free and strong at the same Time.(29)

ڈاکٹر بلوچ صاحب پہلے پاکستانی ہیں جنھوں نے اساتذہ کی تربیت جیسے اہم موضوع پر تحقیق کر کے ایک عمدہ تحقیقی مقالہ پیش کیا جو تعلیمی نظام کی ٹھوس بنیادوں پر تعمیر کے حوالے سے جامع اور قابلِ عمل حل تجویز کرتا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس مقالے میں تعلیمی تصورات کی ابتداء، ارتقا اور مختلف معاشروں اور ادوار میں ان کی ترویج واطلاق کا تقابلی مطالعہ کیا ہے اور مختلف شعبوں میں بے شمار تجاویز بھی دی ہیں۔تعلیم کے موضوع پر آپ کی دیگر کتب یہ ہیں:

1. Education based on Islamic Values.
2. National System of Educaion and Education of Teacher.
3. Teacher Education in Muslim Society.

۴۔علاوہ ازیں ڈاکٹر بلوچ نے مخدوم جعفر بوبکانی کی کتاب ''نہج التعلم'' کے خلاصہ ''حاصل النہج'' کی تصحیح و تدوین بھی کی ہے۔ان تمام کتابوں میں ڈاکٹر بلوچ نے ہمارے تعلیمی مسائل کا حل بڑی کامیابی سے پیش کیا ہے۔

۵۔**طلبہ اور تعلیم** (قائداعظم نے کیا سوچا اور کیا کہا) کے عنوان سے قائداعظم کے اقوال وبیانات کو بھی ایک کتابچہ کی صورت مرتب کیا۔جسے قائداعظم اکیڈمی کراچی نے ۱۹۷۶ء شائع کیا۔اب تک اس کے سات ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر بلوچ صاحب نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے علمی وتحقیقی کام اپنے ہاتھ میں لیے اور انھیں بڑی کامیابی سے مکمل کیا۔زندگی میں کام، کام اور مسلسل کام ہی آپ کی زندگی تھا۔آپ نے اپنی زندگی کا نظام الاوقات اس طرح ترتیب دیا کہ کوئی ایک لمحہ ضائع نہ ہونے پائے۔بحیثیت ایک معلم آپ کے نمایاں اوصاف میں وقت کی پابندی، مضمون پر گرفت، طلبہ کی رہنمائی واضح نظر آتی ہے۔ڈاکٹر بلوچ، زندگی کے ہر شعبے میں اخلاقی اقدار پر مضبوطی سے عمل کرنے پر زور دیتے تھے۔اسی حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''علم خواہ کوئی بھی ہو، اس علم کے پس پردہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا احساس اپنے اندر قائم رکھا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ اس علم سے اخلاقی قدروں یا انسانی بقاء پر کوئی آنچ نہ آئے۔اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان اور ایقان ایسی کسوٹی ہے جس کی وجہ سے انسانی معاشرے کی اخلاقی بنیادیں قائم رہتی ہیں.....اگر نظریہ تعلیم

کا یہ بنیادی اصول اخلاقیات آج سائنس دانوں، علمی مفکروں اور دانشوروں کا معیار بن جائے تو سائنس کسی بھی طور انسان کے لیے باعث نقصان نہیں بنے گی۔(۳۰)

ڈاکٹر بلوچ کے یہاں ہمیں ''عالم'' کا ایک واضح تصور ملتا ہے، جسے وہ ایک جگہ ''ادیب'' سے تعبیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اسلامی فکر کے اعتبار سے 'ادیب' کا مفہوم محض تحریر اور تصنیف کی صلاحیت یا شاعری میں مہارت تک محدود نہیں بلکہ اس سے وسیع تر ہے۔ شاعر، فلسفی، مورخ، نجومی، طبیب، ماہر لغت، ریاضی دان اور مختلف علوم میں مہارت رکھنے والے دوسرے علماء جن کو آج کل کی اصطلاح میں سائنسدان کہا جاتا ہے، یہ سب کے سب ادیبوں میں شمار ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ ان کی مخصوص علمی مہارت کے ساتھ ساتھ ان میں حسن عقیدہ اور حسن کردار بھی ہو۔ اسلامی روایات کی روشنی میں ان سب کو مشہور مصنف یاقوت نے اپنی بلند پایہ کتاب معجم الادباء یا ارشاد الاریب میں بجا طور پر ادیب شمار کیا ہے.... لغت کے مفہوم میں ادیب کے معنی ایسے عالم کے ہیں کہ جو ''علم وادب'' میں دسترس رکھتا ہو لیکن ''علم وادب'' کا اصطلاحی مفہوم بھی ادب کے مفہوم پر مبنی ہے۔ قرونِ اولیٰ والے اسلامی معاشرے کے علمی اور عملی حقائق کی روشنی میں نتیجہ بر آمد ہوتا ہے کہ ''ادیب'' وہ ہے جس کے عقیدے ارادے، علم اور کردار میں حسن نمایاں ہو۔ حضرت محمد ﷺ سب سے بڑے ادیب تھے اور ان کا کردار اسوۂ حسنہ والا مثالی کردار تھا، آپ ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ ادبنی ربی فاحسن تادیبی۔''(۳۱)

ڈاکٹر بلوچ مسلم معاشرے میں فرد اور معاشرے کے باہمی تعلق میں نہ صرف توازن کے قائل ہیں بلکہ فرد اور معاشرے کو ایک دوسرے کا معاون و مددگار قرار دیتے ہوئے اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ قومی تعلیم کے اغراض و مقاصد کی نہ صرف فرد بلکہ معاشرے کی ترقی سے راست نسبت ہونی چاہیے:

> According to our social philosophy individual and community (or society) are complementary to each other. Therefore, the aims and objectives of our national education must be directly related to the development of the individual as a member of the society.
>
> ''ہمارے موجودہ سماجی فلسفے کے مطابق فرد یا معاشرہ ایک دوسرے کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ تعلیم کے اغراض و مقاصد ایسے ہونے چاہییں جو براہِ راست فرد کو بحیثیت سماج کے رکن کے ترقی اور انصاف کے پورے موقع فراہم کریں۔(۳۲)

ڈاکٹر بلوچ صاحب کے نزدیک تعلیمی نظام کی عمارت کے دو اہم ستون ہیں: ایک تاریخی اور دوسرا انسانی و اخلاقی۔ تاریخی سے مراد ڈاکٹر بلوچ کے نزدیک ماضی سے آگاہی ہے جبکہ انسانی اور اخلاقی بنیاد کا تعلق زندگی کے ان تصورات سے ہے جن

کی بنیاد توحید پر ہے جو فرد و معاشرہ ہر دو کے لیے مفید ہے۔ ان بنیادوں پر قائم قومی تعلیمی نظام میں روحانی و مادّی (دنیاوی) قدروں میں ہم آہنگی لازم ہے۔(۳۳)

ڈاکٹر بلوچ صاحب یہ سمجھتے تھے کہ تعلیمی معیارات مستعار نہیں لیے جا سکتے۔ لازمی طور پر ان کی جڑیں معاشرے کی سماجی و تہذیبی اقدار میں پیوست ہونی چاہییں:

"The ideals of education can not be borrowed; these must be rooted in the socio-cultural foundation of the society.(34)

چونکہ ہمارا تعلیمی سلسلہ صرف کتابوں اور لفظوں تک محدود ہے اس لیے گاؤں دیہات کے بچوں کی اکثریت پرائمری یا مڈل سطح سے ہی تعلیمی اداروں کو خیر باد کہنا شروع کر دیتی ہے۔ جب بچوں کے والدین دیکھتے ہیں کہ نہ تو استاد پڑھا رہا ہے اور نہ شاگرد پڑھ رہا ہے اور وقت ضائع ہو رہا تو بہتر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بچے کو یا تو کوئی ہنر سکھایا جائے یا اسے کاشتکاری پر لگا دیا جائے تاکہ جوان ہونے تک وہ روزی کمانے کے قابل ہو سکے۔(۳۵) ڈاکٹر بلوچ صاحب کے الفاظ میں:

We are building costly higher instructional establishments, castles in the air, without a strong base of primary education.(36)

ڈاکٹر بلوچ صاحب کے نزدیک ابتدائی تعلیم (Primary Education) کی بہت اہمیت تھی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے تعلیمی نظام کی خرابی کا سب سے بڑا مسئلہ ابتدائی تعلیم کو نظر انداز کرنا ہے۔(۳۷) ابتدائی تعلیم کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر وہ یہ ضروری سمجھتے تھے کہ اسکولوں میں عملی تعلیم کو داخل کیا جائے اور بالخصوص دیہاتی زندگی کے مظاہر کو نہ صرف تعلیمی نصاب میں شامل کیا جائے بلکہ دیہاتی اسکولوں کو دیہاتی زندگی کا ایک اہم حصہ بنا دیا جائے۔ چھوٹے چھوٹے پیشوں کی ترقی واحیا کے لیے بھی ادارے ہونے چاہییں۔ نصابِ تعلیم پاکستان کے اندر قومی سوچ اور اخلاق سازی پر مبنی ہو۔ ہر صوبے کے لوگوں کی ضروریات سے باہمی تعلق رکھتا ہوا اور مجموعی طور پر پاکستانی قوم کے لیے سودمند ہو۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

Education is a positive force for social change, but it can become effective only when the masses consciously participate in educational development activities at their own level. In a developing country like Pakistan, where a vast majority of the people is illiterate, development in educational and social domains often poses a serious problem. The masses feel that formal schooling is not related to their immediate economic needs, does not fulfill their social-cultural requirements, and alienates them

from cultural traditions.(38)

نصف صدی سے زیادہ عرصہ قبل بھی ڈاکٹر صاحب کو یہ بصیرت حاصل تھی کہ مختلف صوبوں اور علاقوں کی دیگر شعبوں کے ساتھ تعلیمی تقاضے بھی مختلف ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے ایک نوزائیدہ ملک میں صرف ایسی ہی منصوبہ بندی اور پالیسیاں کامیاب ہوں گی جو قومی کے ساتھ صوبائی مقاصد اور مفادات کی عکاسی کرتی ہوں اور وہ ہی قومی وحدت اور اتحاد کو تقویت دے سکتی ہیں۔(۳۹)

> The record confirms that we have kept educational planning and policies centralized, The Provinces have not been financed and encouraged to advance School Education, or to bring all children in schools. As a result, the bulk of illiterate population continous to grow annually. It is only by extending School Education that illiteracy can be effectively contained.(40)

ہمارے نظام تعلیم کے حوالے سے ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر بلوچ صاحب لکھتے ہیں: ''یہ نظام تعلیم ان بنیادوں پر استوار ہے جو ہمیں کالونیل دور (Colonial Age) سے ملی ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دورِ آزادی میں ہم نے اس نظام میں کافی تبدیلیاں کی ہیں لیکن اس کو بہتر اور مفید بنانے کے لیے مزید اصلاحات کی ضرورت ہے کیونکہ یہ نظام تعلیم پاکستان کے دولت مند طبقے کے لیے تو موزوں ہے لیکن پاکستان کے اس غریب طبقے کے لیے مناسب نہیں ہے جو کل آبادی کا اسّی فیصد ہے یعنی یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ نظامِ تعلیم ایک مخصوص طبقے کے لیے ہے۔ لہٰذا جو نظام تعلیم آبادی کی اکثریت کے لیے کارآمد نہ ہو اور اس کے ثمرات واثرات سے زیادہ سے زیادہ افراد فائدہ نہ اٹھا سکیں اس نظام کو ایک مفید نظام نہیں کہا جا سکتا۔(۴۱)

جب کہ مغربی نظام تعلیم کے حوالے سے پوچھے جانے والے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ''میرے نکتہ نظر سے مغربی نظام تعلیم دراصل ایک تعلیم کا سلسلہ ہے نظام تعلیم نہیں ہے، وہ ایک تنظیمی ڈھانچہ ہے لیکن صحیح معنوں میں تنظیم کا جو تصور ہمارے ذہنوں میں ہے وہ تنظیم اس میں نہیں ہے۔ اس نظام تعلیم میں بھی قیام پاکستان سے لے کر اب تک اصلاحات کی گئی ہیں مگر اس میں مزید تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔(۴۲)

مشرقی و مغربی نظام تعلیم کی یکجائی کے حوالے سے ڈاکٹر بلوچ صاحب رقم طراز ہیں:

> ۱۹۸۱ء میں اسلامی یونیورسٹی[اسلام آباد] کا قیام عمل میں لایا گیا اور پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار دینی مدارس کے فارغ التحصیل طلباء اور کالجوں سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کرنے والوں کو ایک جگہ جمع کیا گیا اور انہیں ایک ساتھ پڑھنے کا موقع فراہم کیا گیا۔ اب یہ عمل چل رہا ہے کہ جدید و قدیم علوم رکھنے والے ایک دوسرے کے قریب آئیں اور وہ دونوں تعلیمی نظاموں سے مستفیض ہوں۔ ان کے درمیان سے کالج و مدرسہ ایجوکیشن کا امتیاز ختم ہو جائے۔ یہ ایک تجربہ کیا گیا ہے جو کہ ابتدائی مراحل میں ہے.... میں اسلامی

یونیورسٹی کے قیام کو موجودہ حکومت کی ایک اچھی کوشش قرار دیتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس طرح کے تجربات کالجوں اور ہائی اسکولوں کی سطح پر بھی کرنے چاہییں.... اس طرح دھیرے دھیرے موجودہ امتیاز ختم ہوجائے گا اور جو بھی طالب علم ان اداروں سے فارغ ہوگا، وہ اپنی دینی تعلیم کے علاوہ مغربی اور جدید تعلیم سے بھی آراستہ ہوگا۔ میرے خیال میں اس کام کو جس قدر بہتر طریقے سے کالجز یا ہائی اسکولز سرانجام دے سکتے ہیں اس قدر یونیورسٹیاں نہیں دے سکتیں کیونکہ ہمیں صرف جدید سائنسی وٹیکنالوجی کے علوم کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس علم کی بھی ضرورت ہے جو ہمارے کردار، افکار، اخلاق اور معاشرے کو بہتر بنائے اور ہم میں حب الوطنی اور اسلام کی محبت کو اجاگر کرے۔ جب تک ہم میں قومی جذبہ پیدا نہیں ہوگا ہمارے کردار کی تعمیر نہیں ہوگی۔ جب تک ہماری اخلاقی تعمیر نہیں ہوگی اس وقت تک نہ تو ہم خوش حال ہوسکتے ہیں اور نہ کوئی نظامِ تعلیم ہمارے لیے مفید ہوسکتا ہے۔(۴۴)

ڈاکٹر بلوچ صاحب یہ چاہتے تھے کہ پاکستان میں نئے تعلیمی نظام کی تعمیر ماضی کے طریقہ کار سے حال میں بہتری کی طرف ہو۔ اگر اس طریقہ کار کو اپنایا جائے اور زیرِ استعمال لایا جائے تو مستقبل میں بھی علم کی بدولت ملک وقوم کی ترقی ممکن ہے:

A new educational re-organisation in Pakistan must harmonize the best from the past with the present for the future progress of the country.(24)

محمد راشد شیخ لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر بلوچ کی یہ ہے وہ نگاہِ دوربین جو تاریخ کے گہرے مطالعے سے پیدا ہوئی۔ یہ ہے وہ بصیرت اور حال کی ضروریات اور نت نئے پہلوؤں کا مشاہدہ کرنے والی آنکھ جس کے حامل ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے ماضی کی بہترین چیزوں کو حال سے ہم آہنگ کرنے والا نسخہ تجویز کیا۔ فی الحقیقت یہی ہے وہ نسخۂ کیمیا ہے جس میں ملک کی ترقی کا راز سمایا ہوا ہے۔ یہ ایسا نسخہ ہے جو ہر دور میں ہر ملک اور ہر معاشرے کے لیے یکساں مفید ہے اور اس کی آفاقیت اور دائمی اثر پذیری سے کوئی بھی صاحبِ فہم انکار نہیں کرسکتا۔''(۴۵)

تعلیمی معیار کی زبوں حالی کے حوالے سے ڈاکٹر بلوچ یہ سمجھتے تھے کہ طلباء واساتذہ کا کثرت سے ہونا اور پھر ان سب کے لیے تعلیمی معیار کو درست کرنے کے لیے مناسب اقدامات نہ کرنا معیارِ تعلیم کے گرنے کا ایک بڑا سبب ہے۔ دوسرے یہ کہ انگریزوں کے دور میں سیاست کا تعلیمی شعبے میں کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ تعلیمی ادارے سیاسی فریب کاریوں اور ہنگاموں سے بہت دور تھے۔ ہم نے بڑی غلطی یہ کی کہ سیاست کو تعلیمی اداروں میں داخل کیا اور طلبہ کو اپنا آلۂ کار بنا کر انہیں سیاسی مقاصد کی خاطر استعمال کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے تعلیمی ادارے سیاسی ادارے بن گئے۔(۴۶)

ڈاکٹر بلوچ صاحب اس امر پر یقین رکھتے تھے کہ ان تمام اسباب کو درست کیا جا سکتا ہے لیکن ضروری ہے کہ تمام فریق اس کے لیے اجتماعی طور پر کوشش کریں۔ صرف حکومت تن تنہا ان مسائل کو نہ تو حل کر سکتی ہے اور نہ ہی وہ تعلیمی اداروں میں بگاڑ کو درست کر سکتی ہے۔ طلبہ، والدین، سیاستدان، اساتذہ اور حکومت کے درمیان ایک معاہدہ ہونا چاہیے کہ چاہے ملک میں کیسے حالات کیوں نہ ہوں تعلیمی اداروں کو نہیں چھیڑا جائے گا۔ دوسرے ڈاکٹر بلوچ صاحب یہ ضروری سمجھتے تھے کہ نجی تعلیمی اداروں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ جب پرائیویٹ شعبے میں تعلیمی ادارے قائم ہو جائیں تو پھر ان کے اختیارات و معاملات میں غیر ضروری مداخلت نہ کریں۔ اگر تعلیمی ادارہ اپنے نظم و نسق کو درست کرنے کے لیے اقدامات کرنا چاہے تو ہمیں اس میں بالکل مداخلت نہیں کرنی چاہیے بلکہ اسے اپنے تعلیمی ماحول اور معیار کو بہتر بنانے اور اختیارات کے استعمال میں آزادی ہونی چاہیے۔(۴۷)

ڈاکٹر بلوچ صاحب پاکستان کے دفاع اور بقا کے لیے قومی مزاج سے ہم آہنگ نظامِ تعلیم کی نئے انداز میں تعمیر کے عمل میں التوا یا محض سست رفتاری کو بھی اجتماعی خودکشی کے مترادف کہا کرتے تھے۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

> It will be suicidal for Pakistan if educational reconstruction continues to be postponed in favor of any other means of national defence and development.(48)

ڈاکٹر بلوچ صاحب قومی تعلیم کے اغراض و مقاصد کے ضمن میں دو نکات بیان کرتے ہیں:

اوّلاً: فرد کی مدد کی جائے، اس کی اقدار، ترقیاتی سوچ اور رویوں کی تطہیر کی جائے جن کی مدد سے وہ معاشرے کا ایک ذمہ دار شخص بن سکے۔

ثانیاً: ایسے فرد کو تیار کیا جائے جو ہنر، شعور اور علم سے زندگی کے مسائل کو حل کر پائے اور اس کے ساتھ سماجی ضروریات کو پورا کر سکے۔(۴۹)

اسی حوالے سے وہ لکھتے ہیں: ''ہمارے ملک میں صرف ایسے ادارے نہیں ہونے چاہییں کہ وہ ڈاکٹر پیدا کریں، انجینئر پیدا کریں، بینکرز اور قانون دان پیدا کریں، بلکہ چھوٹے چھوٹے پیشوں کی ترقی و احیاء کے لیے بھی ادارے ہونے چاہییں۔ کیونکہ جس قدر ڈاکٹر یا انجینئر اپنی جگہ اہم ہے وہاں پر ایک ترکھان یا راج کی بھی اپنی جگہ بڑی اہمیت ہوتی ہے کیونکہ وہ بھی قومی زندگی کی جدوجہد میں اپنا حصہ ادا کر رہا ہوتا ہے۔ صرف میڈیکل یا انجینئرنگ کالج قائم کرنے پر ہی سارا زور نہیں دینا چاہیے بلکہ تمام پیشوں کے ماہر پیدا کرنے کے لیے پیشہ ورانہ ادارے قائم ہونے چاہییں اور چھوٹے چھوٹے اداروں کا پورے ملک میں جال پھیلا دینا چاہیے تاکہ ہر شخص اپنے پسندیدہ پیشے میں تربیت حاصل کر سکے۔''(۵۰)

ذریعہ تعلیم کیا ہو؟ عصرِ حاضر میں تعلیمی نظام کے حوالے سے یہ ایک اہم سوال ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر بلوچ صاحب کے نظریات بالکل واضح تھے کہ ابتدائی تعلیم مادری زبان میں دی جائے اور کسی دوسری زبان کو پرائمری اسکولوں میں لازمی قرار نہ دیا جائے۔ قومی زبان اردو کی تعلیم سیکنڈری اسکولوں میں لازمی قرار دی جائے اور انگریزی زبان کی تعلیم یونیورسٹی کی سطح پر تعلیم حاصل

کرنے والوں کے لیے لازمی ہو۔انگریزی زبان کا کوئی بھی کورس ہو، سادہ اور بنیادی ہونا چاہیے۔ایڈوانس کورس ان لوگوں کے لیے ہونا چاہیے جو اس میں دلچسپی اور صلاحیت رکھتے ہوں۔زبانوں کے مسئلے کے حوالے سے ڈاکٹر بلوچ صاحب نے کئی اہم تجاویز دی ہیں اور اس موضوع پر اپنے پی ایچ۔ڈی۔کے مقالے میں تفصیلی بحث کی ہے۔(۵۱)

> The problem of teaching languages in the national schools in Pakistan is, in fact, a crucial one. Pakistan is richer by its linguistic variety but at the same time, this cultural advantage raises an educational problem, the solution of which requires the best thought and attention of the national educators. Any extreme proposal to abolish or discourage the development of the well-established provincial languages must necessarily be discussed because it would seek to destroy a substantial part of the nation's cultural achievement, breed provincial discontent and must eventually be doomed to failure. Moreover, the ideal of free, compulsory, primary education could be easily and speedily achieved only through the media of provincial vernaculars.(52)

ڈاکٹر بلوچ صاحب لکھتے ہیں: پاکستان کو اپنے لوگوں کو لازمی تعلیم دینا چاہیے۔تعلیمی ترقی کے لیے عدل پر مبنی نظام ضروری ہے، خاص طور پر تعلیم کا پیدائشی حق حاصل ہونا اور اعلیٰ تعلیم کے لیے سہولیات کی فراہمی اور ان کے مابین توازن کا ہونا از حد ضروری ہے۔ہمیں فوری ضرورت ہے ابتدائی تعلیم کے لیے ایک قومی پروگرام کے فوری نفاذ کی۔(۵۳)

قومی آزادی نے ہمیں یہ موقع فراہم کر دیا ہے کہ ہم اپنے قومی نظامِ تعلیم کی بنیاد مستعدی کے ساتھ اور اعلیٰ مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے رکھیں۔اپنی اقدار اور معاشرتی ورثہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ہمارا اقدار اور ہمارا ورثہ بجا طور پر اسلامی کہا جا سکتا ہے۔ہمارا مقصد تعلیم کی اسلامی بنیادوں کو مضبوط کرنا ہونا چاہیے۔(۵۴)

ہمارے تعلیمی مسائل کے حل کے حوالے سے ڈاکٹر بلوچ صاحب اساتذہ کے کردار کو بہت اہم سمجھتے تھے۔وہ یہ سمجھتے تھے اساتذہ ہی صحیح معنی میں تعلیمی مسائل کو حل کر سکتے ہیں:

> It is essential to realize that only the teachers with a personal view point on education can solve our educational problems.(55)

جس کے لیے اساتذہ کی تربیت بھی بہت ضروری ہے اور اساتذہ کی تربیت محض ٹریننگ کورسز سے مکمل نہیں ہو سکتی۔نہ

صرف ایک بار کی ٹریننگ ہمیشہ کے لیے کافی ہے بلکہ اسے مسلسل عمل کی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔(۵۶)

No scheme, plans or proposals as such, can solve the educational problems. They only show the direction of educational change and improvement. The actual enforcement of any plan or proposals must necessarily depend upon the will and determination of the nation as a whole, the legislative action of the central and provincial governments, the administrative leadership of the Department of Education, and the influence and alertness of the teaching profession.(57)

گویا ڈاکٹر نبی بخش بلوچ اپنے طویل تعلیمی تجربے کی روشنی میں درست طور پر اس نتیجے پر پہنچے کہ تعلیم کے حوالے سے محض کوئی اسکیم، کوئی تجویز یا کوئی تحریک تعلیمی مسائل کو حل نہیں کرسکتی البتہ تعلیمی نظام کی تبدیلی اور بہتری کے لیے درست سمت میں رہنمائی کا باعث ہوسکتی ہے۔ کسی بھی پروگرام یا تحریک کے نفاذ اور اس کی کامیابی، بحیثیت مجموعی قوم کے عزم و ارادے، قانون سازی، مرکزی و صوبائی حکومت، شعبۂ تعلیم کی انتظامی قیادت اور تعلیمی شعبے سے وابستہ افراد پر منحصر ہے۔

یہی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے جس کے لیے یقیناً ہم سب کو مل کر کوشش کرنی ہوگی۔

حوالہ جات

۱۔اسکول رجسٹر کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ۱۶/ دسمبر ۱۹۱۷ء درج ہے، جبکہ ڈاکٹر بلوچ صاحب کے اپنے بیان کے مطابق آپ کی پیدائش مارچ ۱۹۱۹ء میں قریہ جعفر خان لغاری، سندھ میں ہوئی۔(بحوالہ: راشد شیخ، محمد، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات، حیدرآباد: محکمۂ ثقافت، حکومت سندھ، ۲۰۱۴ء، ص ۳۱

۲۔ علامہ عبدالعزیز میمن (۱۸۸۸۔۱۹۷۸ء) عربی زبان و ادب کی ایک نامور شخصیت ہیں۔ ۱۹۲۵ تا ۱۹۵۴ء مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں بحیثیت ریڈر، پروفیسر اور صدر شعبۂ عربی خدمات انجام دیں۔۱۹۵۴ تا ۱۹۶۴ء کراچی میں رہے۔ جامعہ کراچی میں شعبۂ عربی کا قیام بھی آپ ہی کی کوششوں سے عمل میں آیا۔ ۱۹۶۴ء تا ۱۹۶۶ء بحیثیت صدر شعبۂ عربی، پنجاب یونیورسٹی میں خدمات انجام دیں۔

۳۔راشد شیخ، محمد، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات، ص ۷۸

۴۔ پیر الٰہی بخش (۱۸۹۰۔۱۹۷۵ء) مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فیض یافتہ اور تحریک خلافت و تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما تھے۔ آپ نے دس سال سندھ کے وزیر تعلیم کی حیثیت خدمات انجام دیں۔ علاوہ ازیں ۱۹۴۸ تا ۱۹۴۹ء سندھ کے وزیر اعلیٰ بھی رہے۔

۵۔راشد شیخ، محمد، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات، ص ۱۲۱

۶۔ N. A. Baloch, Dr., A National System of Educationa and Education of Teachers, 2003, Larkana: Sindh Institute of Policy Studies, p.xv

۷۔ڈاکٹر عبدالعزیز میمن کے نام اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:''فنِ تعلیم کے لیے گورنمنٹ آف انڈیا نے ہندوستان سے ۱۳ طلبہ منتخب کیے تھے۔۔۔ داخلہ کولمبیا یونیورسٹی کے''ٹیچرس کالج'' میں ہوا جو درحقیقت بقول امریکنوں کے دنیا میں بڑی سے بڑی ''تعلیمی یونیورسٹی'' ہے۔اس سال سات ہزار گریجویٹوں نے یہاں داخلہ لیا ہے ہےاور کم وبیش دنیا کے ہر ملک کے طلبا یہاں موجود ہیں.... میں نے کالج میں ''ڈاکٹر آف ایجوکیشن'' کا کورس لیا ہے۔(راشد شیخ،محمد،خطوط ڈاکٹر نبی بخش بلوچ،محکمہ ثقافت حکومت سندھ،۲۰۱۲ء،ص ۵۵۔۵۶)

۸۔جب ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان قائم ہوا تو اس کے چند گھنٹے بعد ہی نیویارک کے ایک بڑے ہال میں قیامِ پاکستان کی خوشی میں شاندار پروگرام منعقد کیا۔یہ پروگرام پاکستان سے باہر پہلا یومِ پاکستان تھا۔(بحوالہ: راشد شیخ،محمد،خطوط مشاہیر بنام ڈاکٹر نبی بخش بلوچ،ص ۱۵،حیدرآباد: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ریسرچ فاؤنڈیشن،مارچ ۲۰۱۵ء)

۹۔اکیڈمی آف اسلام''ہارلم'' میں بیگم عطیہ فیضی نے قائم کی تھی۔ہارلم حبشی نسل کے لوگوں کا مسکن تھا اور اس زمانے میں عموماً لوگ وہاں نہیں جاتے تھے۔ ڈاکٹر بلوچ اتوار کے روز اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اکیڈمی جاتے تھے،نومسلموں سے ملتے تھے اور ان کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔(بحوالہ: مولانا آزاد سبحانی۔تحریکِ آزادی کے ایک مقتدر رہنما،ڈاکٹر نبی بخش بلوچ،۱۹۸۹ء،لاہور: ادارہ تحقیقاتِ پاکستان،دانش گاہ پنجاب،ص۔(ن)

۱۰۔راشد شیخ،محمد،ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات،ص ۱۲۳

۱۱۔عزیز ملک, "Dr. Nabi Baksh Khan Baloch: Scholar and Educationist", مشمولہ:ڈاکٹر بلوچ هڪ مثالي عالم، مرتب: تاج جویو،حیدرآباد: سندھ مانک موتی تنظیم،نومبر ۲۰۰۱ء،ص ۲۷

۱۲۔حبیب اللہ صدیقی،ڈاکٹر، "Dr. Nabi Bakhsh Khan Baloch: An Insight into a living legend of Sindh"،مشمولہ: ڈاکٹر بلوچ هڪ مثالي عالم،مرتب: تاج جویو،ص ۳۲

۱۳۔علامہ آئی۔آئی۔قاضی ۹/اپریل ۱۸۸۶ء کو حیدرآباد سندھ میں پیدا ہوئے۔۱۹۱۱ء میں لندن سے بیرسٹری کی ڈگری حاصل کی۔آپ نے بطور مجسٹریٹ اور سیشن جج ملازمت کی۔۱۹۵۱۔۱۹۵۹ء سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔۱۴/اپریل ۱۹۶۸ء کو حیدرآباد میں وفات ہوئی۔

۱۴۔ راشد شیخ،محمد،ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔ سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات، ص ۱۳۵

۱۵۔این۔اے۔بلوچ،ڈاکٹر،''قاضی احمد میاں اختر اور جوناگڑھ کی یاد میں''،مشمولہ: گلشن اردو،ص ۲۳۵

۱۶۔ راشد شیخ،ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات، ص ۱۴۰

۱۷۔ ایضاً،ص ۱۴۱

۱۸۔راشد شیخ،محمد،گلشن اردو(اردو مقالات نبی بخش بلوچ)،پاکستان اسٹڈی سینٹر،سندھ یونیورسٹی،۲۰۰۹ء،ص ۳

۱۹۔راشد شیخ،محمد،ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات، ص ۱۵۳۔۱۵۴

۲۰۔اللہ بخش کریم بخش(اے۔کے۔)بروہی(۱۹۱۵۔۱۹۸۷ء) معروف دانشور،ماہر قانون،سفیر اور سابق وفاقی وزیر قانون اور علامہ آئی۔آئی۔قاضی کے خاص شاگرد تھے۔آپ ۱۹۶۰ تا ۱۹۶۱ء انڈیا میں پاکستان کے ہائی کمشنر رہے۔

۲۱۔ڈاکٹر صاحب کا نقطہ نظر یہ تھا کہ ہمیں اسلام کے حوالے سے محض نعرے بازی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اسلامی دور میں جو علمی و تحقیق اور سائنسی کام ہوا،اسے دنیا کے آگے پیش کرنا چاہیے تاکہ دنیا میں مسلمانوں کی اس حوالے سے عزت ہو اور انھیں احترام کی نظر سے دیکھا جائے۔(محمد راشد شیخ،ص ۱۵۶۔۱۵۷)

۲۲۔ادا جعفری و نورالحسن جعفری کے نام اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:''حال ہی میں'مقتدرہ سندھی زبان' کے صدر کا عہدہ میں نے اس لیے سنبھال لیا ہے کہ کچھ ایسی روایات کی بنیادیں مضبوط کرسکوں کہ جن سے سندھی اور اردو کے درمیان محبت،مفاہمت اور ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔''(راشد شیخ،محمد،خطوط ڈاکٹر نبی بخش بلوچ،ص ۱۱۷)

۲۳۔راشد شیخ،محمد،ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات، ص ۱۶۸۔۱۶۹

۲۴۔حکیم محمد سعید (۱۹۲۰۔۱۹۹۸ء)، نامور طبیب، ادیب، سماجی و سیاسی شخصیت، سیاح اور سفرنامہ نگار تھے۔'مدینۃ الحکمت' کراچی کے بانی اور' پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی' کراچی کے صدر تھے۔علاوہ ازیں ۱۹جولائی ۹۳ء تا ۲۲جنوری ۱۹۹۴ء صوبہ سندھ کے گورنر رہے۔

۲۵۔راشد شیخ، محمد، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات، ص۱۷۰

۲۶۔سفیر اختر، ڈاکٹر،''ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت کے سربراہ کی حیثیت سے''،مشمولہ:ڈاکٹر بلوچ ھك مثالی عالم، مرتب: تاج جویو، حیدرآباد: سندھ مانک موتی تنظیم، نومبر ۲۰۰۱ء، ص ۲۹۸

۲۷۔راشد شیخ، محمد، گلشن اردو، ص ۶

۲۸۔یوسف شیخ، محمد، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ۔ھك عظيم ماہر تعليم، مشمولہ:''ڈاکٹر بلوچ ھك مثالی عالم''،ص۱۳۱

۲۹۔راشد شیخ، محمد، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات، ص ۴۳۷

۳۰۔ایضاً، ص ۴۳۲

۳۱۔ این۔اے۔ بلوچ، ڈاکٹر،''نظریاتی مملکت میں ادیب کا کردار''، مشمولہ: گلشن اردو، ص ۴۶۔۴۷

۳۲۔راشد شیخ، محمد، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات، ص ۴۴۳

۳۳۔یوسف شیخ، محمد،''ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ۔ھك عظيم ماہر تعليم''، مشمولہ: ڈاکٹر بلوچ ھك مثالی عالم، ص ۱۳۹

۳۴۔ N. A. Baloch, Dr., Education based on Islamic values: Imperatives and Implications, 2000, Jamshoro: Pakistan Study Centre, University of Sindh, p. 8

۳۵۔این۔اے۔بلوچ، ڈاکٹر، ہمارا نظامِ تعلیم (۱۹۸۳ع)، مشمولہ: گلشن اردو، ص ۹۴

۳۶۔ N. A. Baloch, Dr., "The Quaid-i-Azam on Education", p.21, included: Education based on Islamic values: Imperatives and Implications

۳۷۔ N. A. Baloch, Dr., A National System of Educationa and Education of Teachers, p.68

۳۸۔ N. A. Baloch, Dr., "Tradition, educational & Social Development and Modernization", p. 146, included: Education based on Islamic values: Imperatives and Implications

۳۹۔ راشد شیخ، محمد، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات، ص ۴۳۹

۴۰۔ N. A. Baloch, Dr., "Imperatives of Education" p.18, included: Education based on Islamic values: Imperatives and Implications

N. A. Baloch, Dr., Sindh Studies Educational and Archeological, Editors: Gul Muhammad Umran, M. Arshad Baloch, 2012, Hyderabad: Dr. N.A. Baloch Institute for Heritage Research, Antiquites Department, Government of Sindh

۴۱۔این۔اے۔بلوچ، ڈاکٹر، ہمارا نظامِ تعلیم (۱۹۸۳ع)، مشمولہ: گلشن اردو، ص ۸۸

۴۲۔ایضاً، ص ۸۹

۴۳۔ایضاً، ص ۹۰۔۹۱

۴۴۔راشد شیخ، محمد، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات، ۴۴۱

۴۵۔ایضاً، ص ۴۴۱

۴۶۔ این۔ اے۔ بلوچ، ڈاکٹر، ہمارا نظامِ تعلیم (۱۹۸۳ع)، مشمولہ: گلشن اردو، ص ۹۱۔ ۹۲

۴۷۔ ایضاً، ص ۹۳

۴۸۔ N. A. Baloch, Dr., Education based on Islamic values: Imperatives and Implications, 2000, Jamshoro: Pakistan Study Centre, University of Sindh, p. 9

۴۹۔ N. A. Baloch, Dr., A National System of Educationa and Education of Teachers, 2003, Larkana: Sindh Institute of Policy Studies, p.180

۵۰۔ این۔ اے۔ بلوچ، ڈاکٹر، ہمارا نظامِ تعلیم (۱۹۸۳ع)، مشمولہ: گلشن اردو، ص ۹۴۔ ۹۵

۵۱۔ دیکھیے: N. A. Baloch, Dr., A National System of Educationa and Education of Teachers, 2003, Larkana: Sindh Institute of Policy Studies, p. 207-210

۵۲۔ ایضاً، ص ۲۰۷

۵۳۔ N. A. Baloch, Dr., "Imperatives of Education" p.19, included: Education based on Islamic values: Imperatives and Implications

۵۴۔ N. A. Baloch, Dr., A National System of Educationa and Education of Teachers, 2003, Larkana: Sindh Institute of Policy Studies, p. 174

۵۵۔ ایضاً، ص ۲۳۴

۵۶۔ ایضاً، ص ۲۷۲

۵۷۔ ایضاً، ص ۲۸۵